ہفت روزہ

آوازِ نو اردو

دہرہ دون

AAWAZ-E-NAU(URDU.WEEKLY)

پیغام حدیث

شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ’’جو حسین وجمیل اور شریف الاصل ہونے کے باوجود منکسِر المزاج ہوگا تو وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جنہیں اللہ عزوجل قیامت کے دن نجات عطا فرمائے گا (حلیۃ الاولیاء، رقم: ۳۷۷۷، ج ۳، ص ۲۲۲)

پیغام قرآن

170. وہ (حیاتِ جاودانی کی) ان (نعمتوں) پر فرحاں وشاداں رہتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں اور اپنے ان پچھلوں سے بھی جو (تاحال) ان سے نہیں مل سکے (انہیں ایمان اور طاعت کی راہ پر دیکھ کر) خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے o (آل عمران)

جلد 12 | شمارہ 25 | 14 رجمادی الاول 1443ھ مطابق 17.1.22 بروز پیر | صفحات 4 | قیمت: 2

R.N.I.NO.UTTURD/2010/35667 | PostalRegd.NO.UA/DO/DDN/704/2020-2022

پرینکا گاندھی نے جس ہمت کا مظاہرہ کیا ہے وہ کوئی کرکے تو دکھائے۔

" کانگریس نے اس تاریخی قدم سے نہ صرف کمزور اور دبے کچلوں کو آواز دینے کی کوشش کی ہے، بلکہ قومی سیاست میں ایک نئے باب کا آغاز کیا ہے جس میں عوام اور عوامی مسائل کو مقدم رکھا گیا ہے۔ "

از۔ سید خرم رضا



پانچ ریاستوں میں انتخابی لڑائی شروع ہو گئی ہے، تمام سیاسی پارٹیاں اپنے اپنے ہتھیاروں کے ساتھ میدان میں اتر چکی ہیں اور رائے دہندگان کو اپنی جانب راغب کرنے کے لئے ان ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ ان ہتھیاروں میں مذہبی ہتھیار بھی ہیں، ذات پات کے ہتھیار بھی ہیں، موقع پرستی کے ہتھیار بھی ہیں، غصہ کے ہتھیار بھی ہیں اور ان سب میں سب سے کمزور ہتھیار عوامی مسائل کا ہتھیار بھی ہے۔ ہر پارٹی کو یہ لگتا ہے کہ اس لڑائی میں سب سے کامیاب ہتھیار دو ہی ہیں، ایک مذہبی اور دوسرا ذات پات کا ہتھیار۔ اتر پردیش ان پانچ ریاستوں میں ہی نہیں بلکہ ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے اس لئے یہاں کی سیاسی لڑائی بھی زوروں پر ہے۔

موقع پرستی کے اس دور میں عوام کے مسائل کو اپنا ہتھیار بنانا جہاں سب سے زیادہ بے وقوفی بھرا نظر آتا ہے وہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس سے سیاسی جنگ نہیں جیتی جا سکتی، کیونکہ سیاسی جنگ جیتنے کے لئے سب سے بہترین ہتھیار مذہب ہے۔ یہ ملک چونکہ مذہبی ملک ہے اس لئے یہاں اگر کوئی ہتھیار کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے تو وہ ہے مذہبی ہتھیار۔ شائد یہی وجہ ہے کہ برسر اقتدار جماعت نے بھی اس لڑائی میں اسی ہتھیار کا انتخاب کیا ہے۔ اس کے توڑ کے لئے دیگر جماعتوں نے ذات پات کے ہتھیار کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان دونوں ہتھیاروں سے سیاسی پارٹی تو جیت سکتی ہیں لیکن ملک ہار سکتا ہے۔

ملک نہ ہارے اس کے لئے کانگریس اور کانگریس کی جنرل سکریٹری پرینکا گاندھی نے جس ہمت اور دور اندیشی کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ کانگریس نے اس کو اپنا ہتھیار بنایا ہے جس کو انتخابی سیاست میں سب سے کمزور اور ناکارہ ہتھیار قرار دیا جاتا ہے، کانگریس نے عوامی مسائل کو اپنا ہتھیار بنایا ہے۔ کانگریس نے منفی یا تقسیم کی سیاست پر سیدھا حملہ بولتے ہوئے مثبت سیاست کا پرچم اٹھایا ہے۔ کانگریس نے ایسے افراد کو ٹکٹ دینے کا اعلان کیا ہے جو ظلم کا شکار ہوئے ہیں۔ کانگریس نے ان لوگوں کو پارٹی کا امیدوار بناتے ہوئے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ میدان میں اترو، اپنی اور اپنے جیسوں کی لڑائی خود لڑو۔

کانگریس نے اس تاریخی قدم سے نہ صرف کمزور اور دبے کچلوں کو آواز دینے کی کوشش کی ہے، بلکہ قومی سیاست میں ایک نئے باب کا آغاز کیا ہے جس میں عوام اور عوامی مسائل کو مقدم رکھا گیا ہے۔ ایسے اقدامات کے لئے بہت ہمت اور جرأت کی ضرورت ہوتی ہے جس کا مظاہرہ کانگریس کی جنرل سکریٹری اور اتر پردیش کی انچارج پرینکا گاندھی نے کیا ہے۔ کانگریس نے اتر پردیش میں جیتنے والے امیدوار کے انتخاب کی روایت سے ہٹتے ہوئے چالیس فیصد خواتین اور چالیس فیصد نوجوانوں کو پارٹی کا امیدوار بنایا ہے اور ان میں وہ افراد شامل ہیں جن کے اوپر ظلم ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مہنگائی، بے روزگاری، سرکاری تعصب وغیرہ کا انتخابات میں ذکر اور عوام کو غصہ دلانے کے لئے سیاسی پارٹیاں ایسے مدے اٹھاتی رہی ہیں، لیکن جب ٹکٹ دینے کا وقت آتا ہے تو تمام سیاسی پارٹیاں ایسے امیدواروں کا انتخاب کرتی ہیں جو جیتنے والے ہوں، چاہے وہ کل تک اسی پارٹی میں کیوں نہ ہوں جس کی مخالفت وہ آج کر رہے ہیں۔

کانگریس اور پرینکا گاندھی نے جس ہمت اور دور اندیشی کا مظاہرہ کیا ہے اس سے ملک اور قومی سیاست کو تو ایک سمت ملے گی ہی، ساتھ میں کانگریس کے لئے بہت بڑا فائدہ ہوگا کیونکہ ہر وہ فرد جو بنیادی مسائل سے پریشان ہے وہ خود کو کانگریس سے جوڑے گا، کیونکہ وہ اپنے خیالات کو کانگریس کے ساتھ پائے گا اور اس سے کانگریس کے لئے نئی زمین تیار ہوگی۔ ایسے اقدام لیتے وقت یہ سوچ لینا چاہئے کہ اس میں فوراً کامیابی نہیں ملتی اور فوری کامیابی کے خواہشمند افراد بہت جلد اس لڑائی میں تھک کر پیچھے بھی لوٹ جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں کامیابی یقینی ہے کیونکہ سیاست کا مقصد ہی عوام کے مسائل کا حل اور عوام کی خدمت ہے۔

ویسے بھی ایسے اقدام میں فوری کامیابی دلانا عوام کے ہاتھ میں ہے اگر وہ مذہب اور ذات پات سے اوپر اٹھ کر اپنے مسائل کے لئے لڑ سکتے ہیں تو وہ دن دور نہیں جب ان مذہبی اور ذات پات کے ہتھیاروں کو زنگ لگ جائے گا اور یہ بے کار ثابت ہوں گے اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ منفی اور تقسیم کی سیاست کو شکست دینے کے لئے عوام کو اپنے مسائل پر توجہ دینی ہوگی۔

(بشکریہ، قومی آواز)

اداریہ

هفت روزہ آوازِ نو اردو، دہرہ دون

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ

نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ اللہ تبارک تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہے جس ہستی کی خاطر خالقِ کون ومکاں نے اتنی بڑی کائنات تخلیق فرمائی اس کا نامِ نامی ہی دکھی دلوں کا مداوا اور ان کی ذات بابرکات مسیحا ہے ایک مرتبہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی دِگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک روشندان آسمان کی طرف کھولو تاکہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ اتنی زوردار بارش ہوئی جس کی وجہ سے خوب سبزہ اُگ آیا اور اُونٹ موٹے ہوگئے۔ پس اُس سال کا نام ہی ''عام الفتق (سبزہ وکشادگی کا سال)'' رکھ دیا گیا۔'' (سنن دارمی، 56:1، رقم:92 الوفا باحوالِ دار المصطفیٰ: ابن جوزی:817، رقم:1534 شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام:128)

مشہور مدنی محدّث ومؤرخ امام علی بن احمد سمہودی ''وفاء الوفاء (560:2)'' میں لکھتے ہیں زین المراغی نے کہا: جان لیجئے کہ مدینہ کے لوگوں کی آج کے دن تک یہ سنت ہے کہ وہ قحط کے زمانہ میں روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گنبد کی تہہ میں قبلہ رُخ ایک کھڑکی کھولتے اگرچہ قبر مبارک اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی۔ (تاریخ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ: نور الدین علی بن احمد السمھودی التوفی 911ھ ج ۲ ص ۵٦۰) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روشن دان اُم المؤمنین نے قحط کے زمانے میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے بارش لانے کے لئے بنوایا تھا۔ جب قحط سے لوگ اور جانور بھوکے مر رہے ہوتے، بارش نہ ہونے سے زمین پر سبزہ ختم ہوجاتا اور سورج آگ برسا رہا ہوتا ایسے میں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے اوپر سے اس کھڑکی کو کھول دیا جاتا اور دیکھتے ہی دیکھتے رحمۃ اللعالمین کے وسیلہ سے بارانِ رحمت چھما چھم برسنے لگتی۔ مدینہ شریف کے لوگوں کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا چنانچہ ترکوں کے دور کا احوال تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسّل سے دعا کرنے کا معمول عثمانی ترکوں کے زمانے یعنی بیسویں صدی کے اوائل دور تک رائج رہا، وہ یوں کہ کہ جب قحط ہوتا اور بارش نہ ہوتی تو اہلِ مدینہ کسی کم عمر سید زادہ کو وضو کروا کر اوپر چڑھاتے اور وہ بچہ اس رسی کو کھینچتا جو قبرِ انور کے اوپر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق سوراخ کے ڈھکنے کو بند کرنے کے لئے لٹکائی ہوئی تھی۔ اس طرح جب قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ رہتا تو بارانِ رحمت کا نزول ہوتا۔ آج دنیا کرونا وائرس کی زد میں ہے مساجد بند ہیں حتیٰ کہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی عبادات کا سلسلہ وقفے وقفے سے موقوف کردیا جاتا ہے کبھی حرم پاک نمازیوں سے خالی کرانے کا اعلان ہوتا ہے قریباً گذشتہ ایک صدی کے دوران پہلی مرتبہ خانہ کعبہ میں طواف بھی کئی ہفتہں کے لئے بند کردیا گیا اسی ماہِ رمضان کے آغاز میں حرم پاک میں جہاں تل دھرنے کی جلہ نہیں ہوتی تھی ویرانی کے سبب امامِ کعبہ سورۂ رحمن کی تلاوت کرتے کرتے دھاڑیں مار مار کر رو پڑے ان کی یہ ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل بھی ہوئی تو لاکھوں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہچکیاں بندھ گئیں اس لئے کرونا جیسی وباء سے نجات کے لئے عالمِ اسلام کے کروڑوں مسلمان خادمین حرمین شریفین سے اپیل کررہے ہیں کہ ''گنبد خضرا'' پر بنی کھڑکی (طاق وسیلہ) کو کھول دیا جائے ان شاءاللہ کرم ہوگا ہر وباء دور ہوجائے گی دراصل گنبد شریف کے اوپر نظر آنے والی یہ چیز کوئی قبر نہیں بلکہ ایک روشن دان ہے جو اُم المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر بنوایا گیا تھا۔ اُس وقت باقاعدہ گنبد شریف نہیں تھا جیسے موجودہ شکل میں ہے بلکہ چھت تھی جس سے روشن دان نکالا گیا پھر بعد میں گنبد بنایا گیا اور مختلف ادوار میں گنبد شریف میں تغیر وتبدل ہوتا رہا اور اس پر مختلف رنگ بھی کئے جاتے رہے لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر روشن دان بنانے کی روایت کو ہمیشہ برقرار رکھا گیا تاکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے حاجات کی قبولیت کا سلسلہ دراز رہے یقیناً اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ بنا کر جو بھی دعا کی جائے وہ رد نہیں ہوتی ضرور قبول ہوتی ہے یہ عقیدہ صحابہؓ کرام سے لے کر آج تک مقبول ہے۔ آپ گنبدِ خضریٰ کو بغور دیکھیں آپ کو ایک جانب ایک بند کھڑکی نما روشندان نظر آئے گا جسے طاقِ وسیلہ کہا جاتا ہے دراصل گنبد شریف کے اوپر نظر آنے والی یہ روشن دان اُم المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر بنوایا گیا تھا۔ اُس وقت باقاعدہ گنبد شریف نہیں تھا جیسے موجودہ شکل میں ہے بلکہ چھت تھی جس سے روشن دان نکالا گیا پھر بعد میں گنبد بنایا گیا اور مختلف ادوار میں گنبد شریف میں تغیر وتبدل ہوتا رہا اور اس پر مختلف رنگ بھی کئے جاتے رہے لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر روشن دان بنانے کی روایت کو ہمیشہ برقرار رکھا گیا۔ یہ گنبد کیوں بنایا گیا؟ اس کا جائزہ لینے کے لئے یہ روایت ملاحظہ کیجئے: ایک مرتبہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی دِگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک روشندان آسمان کی طرف کھولو تاکہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ اتنی زوردار بارش ہوئی جس کی وجہ سے خوب سبزہ اُگ آیا اور اُونٹ موٹے ہوگئے۔ پس اُس سال کا نام ہی ''عام الفتق (سبزہ وکشادگی کا سال)'' رکھ دیا گیا۔'' (سنن دارمی، 56:1، رقم:92 الوفا باحوالِ دار المصطفیٰ: ابن جوزی:817، رقم:1534 شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام:128) مشہور مدنی محدّث ومؤرخ امام علی بن احمد سمہودی ''وفاء الوفاء (560:2)'' میں لکھتے ہیں: زین المراغی نے کہا: جان لیجئے کہ مدینہ کے لوگوں کی آج کے دن تک یہ سنت ہے کہ وہ قحط کے زمانہ میں روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گنبد کی تہہ میں قبلہ رُخ ایک کھڑکی کھولتے اگرچہ قبر مبارک اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی۔ (تاریخ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ: نور الدین علی بن احمد السمھو دیالتوفی 911ھ ج ۲ ص ۵٦۰) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روشن دان اُم المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قحط کے زمانے میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے بارش لانے کے لئے بنوایا تھا۔ جب قحط سے لوگ اور جانور بھوکے مر رہے ہوتے، بارش نہ ہونے سے زمین پر سبزہ ختم ہوجاتا اور سورج آگ برسا رہا ہوتا ایسے میں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے اوپر سے اس کھڑکی کو کھول دیا جاتا اور دیکھتے ہی دیکھتے رحمۃ اللعالمین کے وسیلہ سے بارانِ رحمت چھما چھم برسنے لگتی۔ (مہمان ایڈیٹر، سرور صدیقی)

اتر پردیش میں ہندوتوا سیاست خطرے میں...

از.............................ظفر آغا

نریندر مودی نے بطور ہندو ہردے سمراٹ مسلم مخالفت کے ساتھ ملک کے غریبوں میں ڈیولپمنٹ کے خواب کی مارکیٹنگ کی اور مرکز پر قبضہ کر کے پہلے نتیش سے ہاتھ ملا کر بہار اور پھر یوپی پر ہندوتوا کا قبضہ کرا دیا۔ حالانکہ چناؤ پانچ ریاستوں میں ہو رہے ہیں لیکن اتر پردیش خبروں میں چھایا ہوا ہے۔ ہونا بھی چاہیے۔ ملک کا سب سے اہم سیاسی صوبہ جہاں سے 80 ممبران پارلیمنٹ چن کر آتے ہیں، وہ تو خبروں کا مرکز بنے گا ہی۔ مگر اس بار اتر پردیش چناؤ کچھ زیادہ ہی دلچسپی کا مرکز بن گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سنہ 2014 سے اس بی جے پی کے قلعے میں بغاوت ہی نہیں بلکہ طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ مسئلہ اور سنجیدہ ہوگیا ہے اور وہ اس لیے کہ بغاوت خود بی جے پی کے اندر ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ یوگی حکومت کے تین وزراء سوامی پرساد موریہ، دارا سنگھ چوہان و دھرم سنگھ سینی اور ان کے حامی 10-8 اراکین اسمبلی بی جے پی چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ سیاسی حلقوں میں یہ خبر گرم ہے کہ حالات اور خراب ہونے والے ہیں۔ جلد ہی بی جے پی میں بھگدڑ مچ سکتی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آخر چناؤ کا اعلان ہوتے ہی بی جے پی میں بغاوت کیوں اٹھ کھڑی ہوئی! یہ ذرا پیچیدہ سوال ہے۔ اس کا جواب تلاش کرنے کے لیے پچھلے تیس سالوں میں یوپی کی سیاست اور پھر سنہ 2014 سے اب تک چلنے والی ہندوتوا سیاست کو پہلے سمجھنا ہوگا۔ تو آیئے ذرا پلٹ کر پیچھے تیس سالوں کی یوپی کی سیاست ک جائزہ لیں۔

سنہ 1989 میں لوک سبھا چناؤ اور یوپی اسمبلی چناؤ میں کانگریس کی شکست کے بعد یوپی میں ملائم سنگھ کی قیادت میں جنتا پارٹی کی سرکار بنی۔ جلد ہی مرکز میں اس وقت کے وزیر اعظم وی پی سنگھ نے ملک میں منڈل سفارشات نافذ کر پسماندہ ذاتوں کو سرکاری نوکریوں اور سرکاری تعلیمی اداروں میں 27 فیصد ریزرویشن دے دیا۔ اس طرح ملک خصوصاً یوپی اور بہار میں منڈل سیاست کی بنیاد پڑ گئی۔ پہلی بار اتر پردیش اور بہار کا اقتدار اعلیٰ ذاتوں کے ہاتھوں سے نکل کر پسماندہ ذاتوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ یوپی میں یہ اقتدار تقریباً تین دہائیوں تک پسماندہ اور دلت ذاتوں کے ہاتھوں میں رہا۔ حد تو یہ ہے کہ سیاست میں اس تبدیلی سے ہندو سماج میں سماجی سطح پر بھی اعلیٰ ذاتوں اور غیر اعلیٰ ذاتوں کے درمیان خلیج پیدا ہوگئی۔ یہ بات سیاسی، سماجی اور مذہبی تینوں اعتبار سے صدیوں پرانی اعلیٰ ذات پر مبنی ہندو نظام کے لیے انتہائی پریشان کن تھی۔ اب ہندو نظام کے سامنے یہ سوال تھا کہ وہ یوپی اور بہار میں کس طرح اعلیٰ ذات کی فوقیت برقرار رکھے اور منڈل سیاست کو کم از کم یوپی اور بہار کے آگے نہ بڑھنے دے۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے قدیم اعلیٰ ذات نظام نے آر ایس ایس کی مدد لی ور سنگھ و بی جے پی کو منڈل سیاست کو چیلنج کرنے کے لیے آگے کر دیا۔ اس طرح ملک میں سنہ 1990 کی دہائی میں کمنڈل سیاست کا دور شروع ہوا۔ کمنڈل سیاست کیا تھی! اس سیاست کے تحت مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا اور ان کو ہندو دشمن کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ منڈل کے نام پر ہندو سماج جس طرح اعلیٰ ذاتوں اور پسماندہ و دلتوں کے بیچ بٹ گیا ہے، اس کھائی کو کسی طرح مسلمان بطور ہندو دشمن کے نام پر پُر کیا جائے۔ اسی مقصد کے تحت بابری مسجد اور رام مندر قضیہ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے مسجد تحفظ کی بات شروع کی۔ سنگھ اور بی جے پی نے بھگوان رام کی جائے پیدائش پر مندر بنانے کی قسم کھائی۔ مسلم قیادت اپنے موقف پر اٹل رہی۔ ادھر ہندو قیادت رام مندر تعمیر کا جاپ الاپتی رہی۔ نتیجے سے آپ واقف ہیں۔ آہستہ آہستہ مسلمان ہندو سماج میں ہندو دشمن کے روپ میں سما گیا۔ اور اس طرح سنہ 1990 سے اب تک بی جے پی ملک پر قبضہ کر بیٹھی۔ اور یہ سیاست سیاسی حلقوں میں کمنڈل یعنی اعلیٰ ذات مفاد کے طور پر جانی جانے لگی۔

سنگھ اور بی جے پی کی مسلم دشمن کمنڈل سیاست، جس کو ہندوتوا کا لیبل دیا گیا، اس سے ہندو نظام کو دو فائدے ہوئے۔ پہلا تو یہ کہ ہندوتوا کو مسلمانوں کی شکل میں ایک ہندو دشمن مل گیا جس کی ہر طرح سے گت منا کر ہندوؤں میں ذات کے نام پر پیدا ہونے والی کھائی کو روک دیا گیا۔ اس کا سیاسی فائدہ یہ ہوا کہ منڈل سیاست یوپی اور بہار کے باہر نہیں بڑھ سکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منڈل سیاست یوپی اور بہار تک محدود ہوگئی اور پسماندہ یا دلت مرکزی اقتدار پر قبضہ نہیں کر سکے۔ اس طرح مرکز پر اور دیگر بہت ساری ریاستوں میں اعلیٰ ذاتوں کا ڈنکا بجتا رہا۔ لیکن یوپی اور بہار میں پھر بھی ملائم اور لالو کی قیادت میں پسماندہ ذاتیں صوبائی سطح پر راج کرتی رہیں۔

ادھر سنہ 2002 میں گجرات میں مسلم نسل کشی کے بعد نریندر مودی ہندو ہردے سمراٹ کے روپ میں ابھرے۔ اب سنگھ کے زیر سایہ ہندو نظام کو یہ محسوس ہونے لگا کہ مودی کو بطور ہندو ہردے سمراٹ مارکیٹنگ کر پورے ملک اور ساتھ ہی یوپی-بہار کو بھی ہندوستان کو مسلم منافرت کے ذریعہ باقاعدہ ایک ہندو راشٹر بنایا جا سکتا ہے۔ اور ہندو راشٹر کا روپ بہت حد تک ایک منوادی راشٹر ہوتا ہے جس میں مسلمان کی تو کوئی جگہ ہو نہیں سکتی۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ منووادی ذاتی نظام پر مبنی پسماندہ ذاتوں اور دلتوں کے اختیاروں کو بھی تقریباً کم سے کم کیا جائے اور ان کے مفاد کو اقتدار سے پرے کیا جائے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے خود ایک پسماندہ ذات کی شخصیت نریندر مودی کے ہاتھوں میں ہندوتوا کی لگام سنہ 2014 میں سونپی گئی۔

نریندر مودی نے بطور ہندو ہردے سمراٹ مسلم مخالفت ومنافرت کے ساتھ ملک کے غریبوں میں ڈیولپمنٹ کے خواب کی شاندار مارکیٹنگ کر مرکز پر پہلے قبضہ کیا، پھر پہلے لالو کو بہار میں پچھاڑ کر نتیش کمار سے ہاتھ ملا کر وہاں اقتدار پر قبضہ کیا۔ سنہ 2017 میں اسی طرح مودی کی ہی قیادت میں اتر پردیش پر بھی ہندوتوا کا قبضہ ہوگیا اور صوبہ سے پسماندہ اور دلتوں کا اقتدار جاتا رہا۔

اتر پردیش میں سنگھ نے مودی کی مرضی کے برخلاف ایک ٹھاکر اور گورکھپور مٹھ کے مکھیا یوگی آدتیہ ناتھ کے ہاتھوں میں اقتدار سونپا۔ آدیتہ ناتھ نے اتر پردیش میں پانچ سال خالص ہندوتوا یعنی منووادی سیاست لاگو کی۔ ان پانچ سالوں میں پسماندہ ذاتوں اور دلتوں کو ہی کنارے کر دیا گیا۔ ساتھ میں ان پر ہاتھرس اور لکھیم پور کھیری جیسے مظالم بھی ڈھائے گئے۔

چونکہ یوگی ایک کٹر ہندووادی اور بے رحم حاکم تھے اس لیے پسماندہ ذاتیں اور دلت خاموش رہے۔ لیکن چناؤ آتے آتے خود یوگی حکومت میں شامل پسماندہ ذاتوں کے وزیروں نے استعفیٰ دینا شروع کر دیا۔ یہ محض وزیروں کا استعفیٰ نہیں بلکہ ہندوتوا اور منووادی سیاست کے خلاف پسماندہ ذاتوں کی بغاوت ہے۔ اور اس بغاوت کے دور رس نتائج ہوں گے جن کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔

یوپی میں پسماندہ ذاتیں جس طرح بغاوت پر ہیں، اس کے دو اہم نتائج ہوں گے۔ اولاً پسماندہ ذاتیں مسلم مخالفت کے نام پر اعلیٰ ذاتوں کے ساتھ تو جا سکتی ہیں، لیکن اگر سنگھ و بی جے پی اقتدار میں ان کو حصہ نہیں دیتیں تو وہ پھر منڈل سیاست کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اور یوپی میں یہی ہو رہا ہے۔ یہ ذاتیں اب کمنڈل یعنی آدتیہ ناتھ کو چھوڑ کر منڈل سیاست کے سربراہ اکھلیش یادو کی قیادت تسلیم کر رہی ہے۔ دوسرا اہم ڈیولپمنٹ یہ ہے کہ منڈل-کمنڈل کے اندرونی تضاد نے یہ طے کر دیا کہ ملک میں سنگھ کی خالص منووادی سیاست اب نہیں چل سکتی ہے۔

سوال تو یہ ہے کہ اب اس سیاسی ماحول میں یوپی چناؤ میں کیا ہونے جا رہا ہے! اس کا مکمل جواب تو چناؤ کے بعد پتہ چلے گا، لیکن یوپی میں پھر سے سنہ 1993 صوبائی چناؤ جیسے حالات بن رہے ہیں۔ سنہ 1993 کے یوپی صوبائی چناؤ میں منڈل کے پرچم تلے پسماندہ ذاتیں، دلت اور مسلمان اکٹھا ہو گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا تھا کہ سنہ 1992 میں بابری مسجد گروا کر مسلم منافرت کی لہر پیدا کرنے کے باوجود بی جے پی اتر پردیش کا چناؤ ہار گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اب ایک بار پھر سے ہندوتوا مخالف طاقتیں بی جے پی کا نعم البدل ڈھونڈ رہی ہیں۔ صورت حال کچھ سنہ 1993 والی ہے۔ یعنی پسماندہ ذاتوں، دلتوں اور مسلمانوں اور ان کے ساتھ ساتھ لبرل ہندوؤں کا ایک اتحاد پیدا ہو رہا ہے جو ہندوتوا سیاست کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔

بچوں کو کامیاب بنانے کے اصول

از۔ رابعہ فاطمہ

بچے قوم کے مستقبل معمار ہوتے ہیں انہوں نے ہی آئندہ نسلوں کو پروان چڑھانا ہوتا ہے۔ اسی لیے ان کی اعلیٰ تعلیم وتربیت اور مناسب پرورش والدین واساتذہ کی اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔ بچے کی پہلی درسگاہ ماں کی گود کو کہا گیا ہے۔ جب بچہ اس دنیا میں اپنی آنکھیں کھولتا ہے تو اسے کسی چیز کا ادراک نہیں ہوتا لیکن جیسے جیسے وہ اپنے شعور کی منازل طے کرتا ہے تو وہ اپنے آس پاس کے ماحول سے آشنائی کے ساتھ ساتھ بے شمار چیزیں سیکھتا ہے اور سب سے پہلے جس سے اس کی شناسائی ہوتی ہے وہ اس کی ماں ہوتی ہے اس کی پرورش کے ساتھ ساتھ وہ اس کی پہلی استاد طبعی ہوتی ہے۔ بچے کورے کاغذ کی طرح ہوتے ہیں ان پر جو بھی تحریر کیا جائے وہ اپنا نقش چھوڑ جائے گا۔ اس لیے ان کے بہترین مستقبل کے لیے ان کو اچھی تعلیم وتربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے والدین کو چاہیے کہ پہلے اپنی طرف توجہ دیں جو چیزیں یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچوں میں نہ ہوں خود بھی وہ کام نہ کریں۔ کیونکہ بچے وہی کرتے ہیں جو دیکھتے ہیں۔ ''بچوں کو کامیاب بنانے کے لیے کن اصولوں کو اپنانا ضروری ہے۔'' اس دنیا میں کامیاب کون ہے؟ کامیابی کا پیمانہ کیا ہے؟ اس دنیا میں جس کے پاس دولت کی فراوانی ہے وہ کامیاب ہے جس کے پاس دنیاوی علوم کی ڈگریاں ہوں وہ کامیاب ہے یا پھر جس کے پاس اقتدار کی کرسی ہو وہ کامیاب ہے۔ نہیں ہرگز نہیں اسلام ان چیزوں کو کامیابی نہیں کہتا بلکہ اصل کامیابی اچھے اخلاق اور انسانیت کی بھلائی کرنے والوں کو ملتی ہے۔ تاریخ انسانی میں جس شخص نے بھی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم جس نے بھی انسانی بھلائی کو ترجیح دی ہے اس کا نام عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔ دولت، دنیاوی اقتدار وغیرہ تو صرف انسان کی زندگی تک اسے فائدہ دیتی ہیں۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا اگلی دنیا میں جو کامیاب ہوگا وہی اصل کامیابی ہے کیونکہ وہی دائمی زندگی ہے اور اسی ہمیشہ کامیاب اور قائم رہنے والی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے انسان کو اس دنیا میں محنت کرنی ہوگی کیونکہ یہ امتحان گاہ ہے۔ آقا کریم ﷺ نے اس دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے جو یہاں بوئیں گے وہی آگے کاٹیں گے۔

بچوں کو کامیاب بنانے میں والدین کا کردار:

اسلام دین رحمت ہے یہ ہر کام کو محنت اور شفقت اور پوری دلجمعی سے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ عرف عام میں کہا جاتا ہے کہ بچہ پیدا کرنا آسان ہے لیکن اس کی تربیت کرنا مشکل ہے۔ تو یہ بات سچ ہے کیونکہ اس معاملے میں بہت سی چیزوں کو دیکھنا اور پرکھنا پڑتا ہے۔ غلط کو چھوڑنا اور صحیح کو اپنانا پڑتا ہے۔ والدین اور خاص طور پر والدہ پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اخلاق وکردار کو بہتر سے بہترین بنائیں کیونکہ بچے نے زیادہ وقت اسی کے ساتھ گزارنا ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ احیاء علوم الدین میں ارشاد فرماتے ہیں: ''بچے والدین کے پاس اللہ کی امانت ہوتے ہیں اور اس کا دل ایک عمدہ، صاف اور سادہ آئینہ کی مانند ہے جو اگرچہ ہر قسم کے نقش وصورت سے خالی ہے لیکن ہر طرح کے نقش واثر قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ اسے جس چیز کی طرف چاہیں مائل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر اس میں اچھی عادتیں پیدا کی جائیں اور اسے علم نافع پڑھایا جائے تو وہ عمدہ نشوونما پا کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ایسا صدقہ جاریہ ہے جس میں اس کے والدین استاد اور روحانی مربی وغیرہ سب حصہ دار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اس کی بری عادتوں سے صرف نظر کیا جائے اور اسے جانوروں کی طرح کھلا چھوڑ دیا جائے تو وہ بداخلاق ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔ جس کا وبال اس کے ولی اور سرپرست کی گردن پر ہوتا ہے۔ اسی کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔'' (التحریم،6:66)

اسی لیے والدین اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں۔ انہیں اچھے اخلاق سکھائیں تاکہ انہیں نار جہنم کا ایندھن بننے سے بچایا جا سکے۔ بچوں کو بلاوجہ نہ ڈانٹیں نہ ماریں۔ بچوں کی عزت کریں تاکہ وہ بھی بڑوں کا احترام کریں۔ والدین اپنے بچوں کی نفسیات کو سمجھیں ان کے سامنے اپنے جھگڑے اور گھریلو ناچاقیوں کو نہ لائیں۔ آپس میں رنجشوں کو ختم کر کے انہیں ذہنی سکون مہیا کریں گھر کو پرسکون ماحول فراہم کریں تاکہ بچوں کو ایک بہترین صلاحیتیں دکھانے کا موقعہ ملے۔ ویسے بھی میاں بیوی کے جھگڑوں سے بچوں کی نفسیات پر بے حد برے اثرات مرتب ہوتے ہیں جو کہ بچوں کو چڑچڑا بداخلاق اور منفی رویے والا بنا دیتے ہیں وہ بہترین انسان بننے کی بجائے معاشرے کے لیے دردِ سر بن سکتے ہیں۔ والدین کو چاہیے بچوں کو اپنی ذات سے زیادہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا سکھائیں۔ ان کے ہاتھوں سے دوسروں کی مدد کروائیں۔ دوسروں کے کام آنے کی ترغیب دیتے رہیں تاکہ جب وہ کسی خاص مقام پر پہنچے تو اسے دوسروں کے کام آنے، مدد کرنے میں ہچکچاہٹ نہ ہو دوسروں کا احساس کرنے والا بنائیے۔ اپنی چیزیں دوسروں سے شیئر کرنے کی عادت بنائیں۔

استاد کا کردار بچے کی تربیت میں:

والدین کے بعد جو بچے کی تربیت گاہ ہوتی ہے وہ استاد کی صحبت ہوتی ہے بچہ جب گھر سے باہر نکلتا ہے تو جو کچھ سیکھتا ہے اور دیکھتا ہے وہ سب ایک استاد کی نظر سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ استاد ہی اسے باہر کی دنیا اور علوم وفنون سے روشناس کرواتا ہے۔ اس لیے اپنے بچوں کے لیے کسی ایسے استاد کو چنیں جو شفیق ورہبر ہو تاکہ بچے کی منزل کے تعین اور منزل پر بہتر طریقے سے پہنچا سکے اسے اچھی اور برائی کا فرق واضح کر کے دکھا سکے۔ اسے نہ صرف دنیاوی علوم سکھائے بلکہ اس کی شخصیت کے ہر ہر پہلو کو سنوار سکے۔ چاہے وہ دینی پہلو ہو یا اخلاقی یا روحانی اس کے ظاہر وباطن دونوں کو نکھاریئے اس لیے والدین اور استاد کے درمیان باہمی ہم آہنگی بھی ہونی چاہیے تاکہ دونوں مل کر اس کی تعلیم وتربیت کر سکیں۔'' استاد کے چناؤ میں بہت احتیاط کریں کیونکہ استاد نے ہی اس کے مستقبل کی منزل متعین کرنے میں مدد کرنی ہے۔ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ جس سے علم لے رہے ہو اسے دیکھ لو کہ وہ کون ہے۔ اس لیے ایسے ادارے یا استاد کا انتخاب کیا جائے جس پر مکمل اعتماد وبھروسہ ہو۔

خوداعتمادی کا ہونا:

اللہ رب العزت نے انسان کے اندر جو صلاحیتیں ودیعت کی ہیں ان کو استعمال میں لانے کے لیے خود اعتمادی کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر خود اعتمادی نہ ہو تو اپنی منزل یا ہدف کو حاصل کرنا دیوانے کے خواب جیسا ہے۔ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اپنے آپ پر یقین ہونا چاہیے کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں تو اللہ رب العزت بھی اس کی مدد فرماتا ہے کیونکہ انسان جس کے لیے کوشش کرتا ہے وہ اسی کے لیے ہے۔

وقت کی قدر: جو شخص بھی اس دنیا میں آیا ہے وہ مخصوص وقت لے کر آیا ہے لہذا جو بھی کام کرنا ہے وہ اسی خاص وقت میں ہی مکمل کرنا ہے۔ وقت کی مثال ایسے ہے جیسے برف پگھلتی جا رہی ہو یا تیر کی طرح جو ایک بار کمان سے نکل گیا سو نکل گیا اس لیے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ بامقصد گزارنا چاہئے تاکہ اس جہان کی تیاری کر سکیں اور اپنی اس زندگی کو بھی بہتر بنا سکیں۔ ورنہ وقت گزر تو رہا ہے ختم بھی ہو جائے گا۔

مستقل مزاجی: کوئی بھی کام چاہے مشکل ہو یا آسان اگر اسے صبر وتحمل اور مستقل مزاجی سے نہ کیا جائے تو وہ یا تو وقت پر مکمل نہیں ہوگا یا مکمل ہی نہیں ہوگا اس لیے اپنے ٹارگٹ پر فوکس رکھ کر مستقل مزاجی سے محنت کرتے رہیں منزل ضرور ملے گی۔

حوصلہ افزائی: بچوں کی ہر چھوٹی بڑی کامیابی پر خوشی کا اظہار کریں ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں تاکہ وہ مزید جوش وجذبے سے اپنے کام انجام دے سکیں۔ اسی طرح ان کی کسی غلطی یا ناکامی پر ناراضگی یا غصے کا اظہار نہ کریں بلکہ کہیں کہ تم اس سے بہتر کر سکتے ہو یہ غلطی نہیں بلکہ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے، حوصلہ شکنی نہ کریں ہمیشہ حوصلہ افزائی کریں۔

منزل کا تعین اور احساس ذمہ داری: چھوٹے بچوں کو منزل کا تعین کرنا سکھائیں انہیں اپنی زندگی کے مقاصد متعین کرنے کی ترغیب دیں پھر ان سے کہیں کہ اسے پورا کریں تاکہ ان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا ہو بڑے ہو کر وہ ان ہی اصولوں پر کاربند رہیں گے۔ ان اصولوں کے ساتھ اللہ رب العزت سے دعا مانگتے رہنا چاہئے جو کہ اس مالکِ کریم نے ہمیں سکھائی ہے۔ ''اور انہی میں سے ایسے بھی ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' (البقرہ،201:2)

یہ ایک جامع دعا ہے دنیا وآخرت کی بھلائی کے لیے اپنے بچوں کو آقا علیہ السلام کی محبت سب اصولوں سے بڑھ کر سکھائی جائے تاکہ حقیقی معنوں میں ہم سب فلاح پا سکیں۔

فقہی مسائل

کیا اسلام جانوروں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کی اجازت دیتا ہے؟

سوال: بعض ممالک میں اونٹوں کی دوڑیں ہوتی ہیں، اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کے لیے پہلے اس پر معصوم بچے بٹھائے جاتے تھے جن کے رونے سے اونٹ تیز بھاگتے تھے۔ اب حکومت نے اس پر پابندی لگا دی ہے تو اب اس کا متبادل انھوں نے ایک چھوٹی سی مشین ہے جسے ریموٹ سے کنٹرول کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے اونٹ کو سخت تکلیف پہنچائی جاتی ہے حتی کہ بعض اوقات اس کی جلد بھی اتر جاتی ہے۔ اس تکلیف سے اونٹ کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ کیا اسلام جانوروں کے ساتھ اس طرح کے سلوک کی اجازت دیتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: ظلم کا معنی ہے: وضع الشيئ في غير موضعه کسی چیز کو اس کے محل میں نہ رکھنا۔ اصمعی نے کہا: ماظلم کا مطلب ہے اس نے فلاں چیز کو غیر محل میں نہیں رکھا۔ عربی مثال ہے: من استرعی الذئب فقد ظلم جس نے بھیڑیا چرایا (پالا) اس نے ظلم کیا۔ معلوم ہوا کہ ظلم وزیادتی سے مراد حد سے بڑھنا ہے۔ قرآن کریم میں شرک کو بڑا ظلم کہا گیا، اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے، مارتا ہے، رزق دیتا اور انعام واکرام کرتا ہے، وہ ایک ہے، کوئی دوسرا اس جیسا نہیں مگر جب کسی غیر کو اس کے برابر کر دیا جائے تو یہ سب سے بڑا ظلم ہے کہ نعمت واحسان غیر رب کی طرف کر دیا گیا۔ (ابن منظور، لسان العرب، 264:8) کسی چیز کو کمی یا زیادتی کر کے یا اس کے وقت یا مکان سے ہٹا کر اس کے غیر محل میں رکھنا۔'' (ابن الاثیر، النهاية، 161:3) اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر بالعموم اور انسان پر بالخصوص احسانِ عظیم ہے کہ فرمایا: خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا. (البقرہ، 29:2) ''اس نے زمین میں ہر چیز تمہارے لیے پیدا کی''۔ ان نعمتوں کو شمار کرنا ہی ہمارے لیے ناممکن ہے، ہم کیسے اور کس زبان سے اس پروردگار کا شکر کریں؟ کم سے کم یہی احساس تو بیدار رہنا چاہیے۔ مگر افسوس! صد افسوس کہ طاقتور انسان اپنے سے کمزور حیوانوں، انسانوں، درختوں، کھیتوں، باغوں، آبادیوں کو اکثر اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتا ہے، اور اس سے وہ اپنی شیطانی خواہشات کا سامان اور مخلوقِ خدا کو اس کے قدرتی بنیادی حقوق سے محروم کرتا ہے اور یوں جنتِ ارضی کو اپنے ظلم سے جہنم بناتا رہا اور بنا رہا ہے اور نہ جانے کب تک ظلم کی شب دیجور دراز ہوتی رہے گی۔ بعض عرب وافریقی ممالک میں اونٹوں کی ریس ہوتی ہے۔ اور اس میں دو بڑے گناہ وظلم روا رکھے جاتے ہیں: 1۔ جوا: جیسے ہمارے ملک سمیت اکثر ممالک میں گھڑ دوڑ (ریس) کے ذریعہ جوا کھیلا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ گھڑ دوڑ، بیلوں، بکروں، چھتروں، اونٹوں، انسانوں، کتوں وغیرہ کے دوڑ کے مقابلے اس صورت میں جائز ہیں کہ اگر کوئی حکومت، کوئی تنظیم، کوئی فرد یا افراد یا جماعت یہ مقابلے کروائے اور جیتنے والے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے انعام دے بلکہ ہارنے والوں کو بھی مناسب انعام دے کر حوصلہ افزائی کرے۔ اس طرح کرنا درست ہے۔ 2۔ لیکن جب دو فریق، دو افراد یا تنظیمیں یہ مقابلے کروائیں اور مقابلہ میں حصہ لینے والے دونوں فریقوں سے رقم لے کر اپنے پاس رکھیں اور بعد ازاں ساری رقم جیتنے والے کو دے دیں، یہ جوا اور قمار ہے اور یہ حرام ہے۔ بعض عرب وافریقی ممالک اونٹوں کی ریس کرواتے ہیں۔ مقابلہ کی ٹیموں کے لیے لاکھوں ڈالر انعامی رقوم مختص کرتے ہیں، بڑے بڑے گروپ ان مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں، اونٹوں کو تیز رفتاری کے ساتھ دوڑانے کے لیے مختلف ایشیائی وافریقی غریب بچوں کو لایا جاتا ہے، بچوں کو پیش کرنے والے اغواء کنندگان اور غربت کے مارے سنگدل والدین، منتظمین کے ہاتھوں ان بچوں کو بیچتے ہیں۔ منتظمین مقابلہ کے وقت ان بچوں کو اونٹوں کی پشت پر رسوں سے باندھ دیتے ہیں پھر ان اونٹوں کو دوڑ میں شامل کرتے ہیں۔ مقابلہ جیتنے کے لیے اونٹوں کو کوڑے مار کر سواری کو تیز رفتاری کے ساتھ دوڑاتے ہیں، بچوں کی چیخ و پکار، تڑپنے، بلکنے سے اونٹوں کی رفتار اور بڑھ جاتی ہے۔ بچوں کی اذیت اور اونٹوں کی تیز رفتاری سے قرونِ اولیٰ کے ظالم بادشاہوں کے یہ شہزادے رقصِ بسمل دیکھتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔

بسا اوقات ظلم وستم کا شکار یہ بے کس وبے بس بچے زخمی ہو جاتے ہیں۔ کچھ نیچے گر کر پاؤں میں مسلے اور کچلے جاتے ہیں، ان جسموں سے بہتے خون اور ان کے منہ سے نکلنے والے نالے بھی ان سنگدلوں کو متاثر نہیں کرتے۔ ہوسِ مال ونفس نے ان کی آنکھوں پر حرص ولالچ کی پٹی باندھ رکھی ہے۔ ہمارے نزدیک کسی بھی ذی روح پر ظلم وزیادتی جرمِ عظیم اور گناہ کبیرہ ہے اس ظلم کو فی الفور بند کیا جانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اپنے آپ کو مظلوم کی بددعا سے بچاؤ، وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق ہی تو مانگتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کسی حقدار کا حق نہیں روکتا۔'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: (بیہقی، شعب الایمان، 49:6، الرقم: 464) ''تم لوگ قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ادا کرو گے یہاں تک کہ بغیر سینگوں کی بکری کا سینگ والی بکری سے قصاص لیا جائے گا۔'' (مسلم، الصحیح، 4: 1997، الرقم: 2582) اندازہ لگائیں کہ یہ بدلہ تو سینگ والی بکری (یا کسی دوسرے جانور) سے لیا جائے گا جس نے بغیر سینگ والی بکری پر زیادتی کی۔ ان انسانوں کا کیا بنے گا جو حیوانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ پھر ان انسانوں کا کیا بنے گا جو انسانوں پر ظلم کریں، پھر ان انسانوں کا کیا بنے گا جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق پامال کریں، ان کی عزت واحترام اور اطاعت نہ کریں۔ خدا کی پناہ! سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ہمارے ہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو، نہ ساز وسامان۔ فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ جیسی بڑی نیکیاں لے کر آئے گا حالانکہ اس نے اس کو گالی دی، اس پر بدکاری کی تہمت لگائی، اس کا مال ہڑپ کیا اور اس کا خون بہایا، اسے مارا پیٹا۔ اس حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے کچھ دے دی گئیں اور کچھ دوسرے حقدار کو۔ یوں نیکیاں ختم ہو گئیں اور اس کے ذمہ دوسروں کے حقوق باقی رہ گئے تو ان کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے، پھر اسے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ (مسلم، الصحیح، 4:1997، الرقم: 2881)

مختصر یہ کہ جس طرح انسانوں کو ایذاء دینا حرام ہے، اسی طرح آج مروجہ طریقہ جس میں اونٹ کو تیز دوڑانے کے لیے کسی مشین کے ذریعے اونٹ کو اذیت دی جاتی ہے، یہ ایذاء دینا بھی حرام ہے اور حرام کام پر جوا کھیلنا تو ظلم پر ظلم ہے، حرام ہے قطعی حرام ہے۔ ان مظلوموں کی طرف سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خود اس ظلم کا بدلہ لے گا یہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔ (از مفتی عبدالقیوم ہزاروی)

RNI.NO.UTTURD/2010/35667--------Postal.Regd.No.UA/DO/DDN/704/2020-2022

AAWAZ-E-NAU(URDU-WEEKLY)

Off.Add.35/221 LAKHI BAGH DEHRADOON.Pin.No.248001 (UK)

email:awazenau1@gmail.com-

Mob.No..................7055478786 / .9870876799

VOL.12.Issue.25.Date-17.1.22 Monday)

TO ________________

____

____

____

گھبراہٹ کا عارضہ

تحریر: ڈاکٹر نسرین

بیماری کے حملے کی عام علامات میں دل کی تیز دھڑکن، پسینہ آنا، چکر آنا، دم گھٹنا، کپکپاہٹ، پاگل ہونے کا خوف، مرنے کا خوف اور تیز تیز سانس لینا شامل ہیں۔

یہ بیماری تقریباً 2.5 فیصد لوگوں کو زندگی میں کسی نہ کسی موقع پر متاثر کرتی ہے سگریٹ نوشی، نفسیاتی تناؤ اور بچوں کے ساتھ بدسلوکی اس کی وجوہات اور عوامل میں شامل ہے۔ گھبراہٹ کا عارضہ یا پینک ڈس آرڈر ایک ذہنی طرز عمل کا عارضہ ہے، یہ گھبراہٹ اور شدید تشویش کے حملوں کی بیماری ہے۔ جس کی خصوصیت غیر متوقع گھبراہٹ کے حملوں سے ہوتی ہے یعنی اس سے متاثرہ افراد کسی بھی موقعے پر اور کسی بھی وقت شدید پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ حالت چند منٹوں میں ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اس کی علامات میں دھڑکن، پسینہ آنا، کپکپاہٹ، سانس لینے میں دشواری، بے حسی یا یہ احساس ہوسکتا ہے کہ کچھ خوفناک ہونے والا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق ہر 57 میں سے ایک فرد اس بیماری کا شکار ہے۔ اس بیماری کے علاج میں پریشانی میں کمی کے مناسب طریقے تلاش کرنا اور اچانک حملوں کی شرح کم کرنا اہم ہے۔ باقاعدہ علاج سے معیار زندگی بہتر کرنا ممکن ہے۔ خطرے کے عوامل میں سگریٹ نوشی، نفسیاتی تناؤ اور بچوں کے ساتھ بدسلوکی کی تاریخ شامل ہے۔ تشخیص میں اضطراب کی دیگر ممکنہ وجوہات، طبی حالات جیسے دل کی بیماری یا ہائپر تھائیرائیڈزم، اور منشیات کا استعمال شامل ہے۔ گھبراہٹ کے عارضے کا علاج عام طور پر مشاورت اور ادویات سے کیا جاتا ہے۔ استعمال کی جانے والی مشاورت کی قسم عام طور پر علمی سلوک تھراپی ہے جو آدھے سے زیادہ لوگوں میں موثر ہے۔ استعمال ہونے والی دوائیوں میں اینٹی ڈپریسنٹس بھی شامل ہیں۔ علاج بند کرنے کے بعد 30 فیصد تک لوگوں میں بیماری واپس آ سکتی ہے۔ گھبراہٹ کا عارضہ تقریباً 2.5 فیصد لوگوں کو زندگی میں کسی نہ کسی موقع پر متاثر کرتا ہے۔ یہ عام طور پر جوانی یا ابتدائی جوانی کے دوران شروع ہوتا ہے، لیکن کسی بھی عمر کے لوگوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ یہ بچوں اور بوڑھے لوگوں میں کم عام ہے۔ خواتین مردوں کے مقابلے میں زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔

علامات: گھبراہٹ کے عارضے میں مبتلا افراد کو عام طور پر گھبراہٹ کے حملوں کے دوران انتہائی اضطراب کے شدید حملوں کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔ یہ حملے عام طور پر تقریباً دس منٹ تک جاری رہتے ہیں۔ یہ ایک سے پانچ منٹ تک قلیل مدتی ہو سکتے ہیں لیکن یہ بیس منٹ سے لے کر ایک گھنٹہ سے زیادہ تک چل سکتے ہیں یا جب تک مداخلت نہیں کی جاتی۔ گھبراہٹ کی شدت اور علامات مختلف ہو سکتی ہیں۔

بعض صورتوں میں حملہ بے لگام اور زیادہ شدت سے جاری رہ سکتا ہے یا لگتا ہے کہ شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ حملے کی عام علامات میں دل کی تیز دھڑکن، پسینہ آنا، چکر آنا، دم گھٹنا، کانپنا، بے قابو خوف جیسا کہ کنٹرول کھونے اور پاگل ہونے کا خوف، مرنے کا خوف اور تیز سانس لینا شامل ہیں۔ دیگر علامات میں گھٹن، فالج، سینے میں درد، متلی، بے حسی یا جھنجھلاہٹ، سردی لگنا یا گرمی لگنا، بیہوشی، رونا اور کچھ بدلی ہوئی حقیقت کا احساس ہے۔ اس کے علاوہ مریض عام طور پر آنے والے عذاب کے خیالات رکھتا ہے۔ ایک واقعہ میں مبتلا افراد اکثر اس صورتحال سے فرار ہونے کی شدید خواہش رکھتے ہیں جس نے حملے کو اکسایا۔ گھبراہٹ کے حملے بعض محرکات (مثلاً چوہے کو دیکھنا) یا ماحول (مثلاً، دانتوں کے ڈاکٹر کے کلینک) سے بھڑک جاتے ہیں۔ گھبراہٹ کے عارضے میں مبتلا لوگوں میں رات کو گھبراہٹ کے حملے عام ہیں۔ دوسرے حملے بلا اشتعال ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ گھبراہٹ کی خرابی کی وجہ کے لئے صرف ایک وضاحت نہیں ہے، ہاں کچھ نقطہ نظر موجود ہیں جو محققین خرابی کی شکایت کی وضاحت کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ پہلا حیاتیاتی نقطہ نظر ہے۔ اس کے مطابق گھبراہٹ کے عارضے میں مبتلا افراد میں دماغی سرکٹ غلط کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایک علمی نقطہ نظر بھی ہے کہ گھبراہٹ کے عارضے میں مبتلا افراد کو گھبراہٹ کے ردعمل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے جسمانی احساسات کو جان لیوا حالات سمجھ کر غلطی کرتے ہیں۔ یہ جسمانی احساسات کچھ لوگوں کو ایسا محسوس کرنے کا باعث بنتے ہیں جیسا کہ قابو سے باہر ہو گئے ہیں جو گھبراہٹ کے احساسات کا باعث بن سکتے ہیں۔ جسمانی احساسات کے بارے میں اس غلط فہمی کو اضطراب کی حساسیت کہا جاتا ہے۔

مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ اضطراب کی حساسیت کے سروے میں زیادہ اسکور حاصل کرتے ہیں ان میں گھبراہٹ کی خرابی کی تشخیص کے پانچ گنا زیادہ امکان ہوتے ہیں۔

خاندانوں میں گھبراہٹ کا عارضہ پایا جاتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وراثت اس بیماری میں ایک مضبوط کردار ادا کرتی ہے۔ نفسیاتی عوامل، تناؤ بھرے زندگی کے واقعات، زندگی کی منتقلی اور ماحول کے ساتھ ساتھ اکثر ایسے انداز میں سوچنا جو نسبتاً عام جسمانی ردعمل کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ گھبراہٹ کی خرابی کے آغاز میں کردار ادا کرتے ہیں۔ اکثر پہلے حملے جسمانی بیماریوں، بڑے تناؤ یا بعض دواؤں کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو ضرورت سے زیادہ ذمہ داریاں نبھاتے ہیں ان میں گھبراہٹ کے حملوں کا شکار ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ پوسٹ ٹرامیٹک اسٹریس ڈس آرڈر (PTSD) کے مریض بھی عام آبادی کے مقابلے میں گھبراہٹ کی خرابی کی کا زیادہ شکار ہیں۔

نشہ آور اشیا کا استعمال اکثر گھبراہٹ کے حملوں سے منسلک ہوتا ہے۔ ایک مطالعہ میں گھبراہٹ کی خرابی کی شکایت کے ساتھ 39 فیصد لوگوں نے تفریحی طور پر نشہ استعمال کیا تھا۔ شراب کا استعمال کرنے والوں میں سے 63 فیصد نے بتایا کہ الکحل کا استعمال خوف ہراس کے آغاز سے پہلے شروع ہوا اور غیر قانونی نشہ استعمال کرنے والوں میں سے 59 فیصد نے بتایا کہ نشہ کا استعمال پہلے شروع ہوا۔

تمباکو نوشی گھبراہٹ کی خرابی پیدا کرنے کے خطرے کو بڑھاتی ہے، خاص طور پر اگر تمباکو نوشی جوانی یا جوانی کے اوائل میں شروع کی گئی تھی۔

تمباکو نوشی سے گھبراہٹ کے حملوں میں اضافہ کیسے ہوتا ہے؟ اس کا طریقہ کار پوری طرح سے سمجھ میں نہیں آیا ہے لیکن کچھ مفروضے اخذ کیے گئے ہیں۔ سگریٹ پینا سانس کے افعال میں تبدیلیاں لا کر گھبراہٹ کے حملوں کا باعث بن سکتا ہے (مثلاً سانس کی قلت محسوس کرنا) کیونکہ سانس کی علامات گھبراہٹ کی ایک نمایاں خصوصیت ہیں۔ بہت زیادہ پریشانی والے بچوں میں سانس کی خرابیاں پائی گئی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان مشکلات کا شکار شخص گھبراہٹ کے حملوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ نکوٹین ایک محرک کے طور پر گھبراہٹ کے حملوں میں حصہ ڈال سکتی ہے اور نکوٹین کو چھوڑنے کی وجہ سے بھی گھبراہٹ کے اٹیک ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ گھبراہٹ کے عارضے کے مریض اضطراب کو کم کرنے کے لیے خود دوا کے طور پر سگریٹ پیتے ہوں۔ تمباکو کے دھوئیں میں اینٹی ڈپریسنٹ خصوصیات کے ساتھ نکوٹین اور دیگر نفسیاتی مرکبات موڈ کو بدل سکتے ہیں

ہفت روزہ آوازِ نو، دہرہ دون

(چیف ایڈیٹر) سید اشرف حسین قادری)

مالک، پرنٹر پبلیشر، ایڈیٹر سید اشرف حسین قادری نے انٹر گرافکس پرنٹنگ پریس 64 نیشولا روڑ دہرہ دون سے چھپوا کر 35/221 لکھی باغ دہرہ دون سے شائع کیا۔

{قانونی آگاھی} مضامین وخبروں کے متعلق کسی بھی قسم کی قانونی اور عدالتی چارہ جوئی دہرہ دون کی عدالت میں ہی قابل سماعت ہوگی۔ (ادارہ)

{نوٹ}

(مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں)

غلط کہ شربت شہد و نبات مانگتے ہیں
ہے چونکہ شدت گرما سے قحط آب رئیس

بس اپنی تشنہ لبی سے نجات مانگتے ہیں
جنابِ خضر سے آبِ حیات مانگتے ہیں

ماخوذ: مولانا اندھے کی لاٹھی

پیش کردہ: - نیاز احمد مالیگ یو کے

تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت:۔

تمہارا نام مصیبت میں جو لیا ہوگا   ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ......ایک رات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانۂ نبوت میں وضو فرما رہے تھے......کہ ایک دم بالکل ناگہاں.....آپ نے بلند آواز سے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ.....لبیک۔ لبیک۔ لبیک (میں تمہارے لئے بار بار حاضر ہوں۔)......پھر تین مرتبہ بلند آواز سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا......کہ نصرت۔ نصرت۔ نصرت (تمہیں مدد مل گئی)۔

جب آپ وضوخانہ سے نکلے.......تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ تنہائی میں کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ تو ارشاد فرمایا کہ

اے میمونہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا غضب ہو گیا۔

میرے حلیف بنی خزاعہ پر بنی بکر اور کفار قریش نے حملہ کر دیا ہے

اور اس مصیبت و بے کسی کے وقت میں.....بنی خزاعہ نے وہاں سے چلا چلا کر مجھے مدد کے لئے پکارا ہے..........اور مجھ سے مدد طلب کی ہے..........اور میں نے ان کی پکار سن کر ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے ان کو جواب دیا ہے۔

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ

اس واقعہ کے تیسرے دن.....جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے.........اور نماز سے فارغ ہوئے.......تو دفعۃً بنی خزاعہ کے مظلومین نے رجز کے ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا..........اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی اس پر درد اور رقت انگیز فریاد کو بغور سنا..........آپ بھی اس رجز کے چند اشعار کو ملاحظہ فرمائیے:۔

یَا رَبِّ اِنِّی نَاشِدٌ مُحَمَّدًا   حِلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْهِ الْاَتْلَدَا

اے خدا! میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے اور ان کے باپ داداؤں کے درمیان قدیم زمانے سے ہو چکا ہے۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَبَّدَا   وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَاْتُوْا مَدَدَا

تو خدا آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔ آپ ہماری بھرپور مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلائیے۔ وہ سب امداد کے لئے آئیں گے۔ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا اِنْ سِيْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا ان مدد کرنے والوں میں رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی غضب کی حالت میں ہوں کہ اگر انہیں ذلت کا داغ لگے تو ان کا تیور بدل جائے۔ هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدًا وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّ سُجَّدًا ان لوگوں (بنی بکر و قریش) نے "مقام وتیر" میں ہم سوتے ہوؤں پر شب خون مارا اور رکوع وسجدہ کی حالت میں بھی ہم لوگوں کو بیدردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا وَ نَقَّضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا

ان اشعار کو سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہا وسلم نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لئے تیار ہوں۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰) (طالب دعا، ڈاکٹر صفدر علی قادری)

ایک نظر ادھر بھی

''ہفت روزہ اخبار آوازِ نو'' کو آپ خود مطالعہ فرمائیں نیز دوسرون کو بھی پڑھنے کی ترغیب دلائیں، پھر کچھ وقت کے بعد کسی اور ضرورت مند کو دے دیں۔ آپ کے مایسا کرنے سے ایمان وعمل اور عقیدے کی روشنی تو ہر سو پھیلے گی ہی ساتھ ہی جہالت و بدعقیدگی کی اندھیرا بھی دور ہوگا۔ (ادارہ)

ایک ضروری گذارش

قارئین حضرات سے گذارش ہے کہ وہ'' ہفت روزہ آوازنو'' کے اُن صفحات کے تقدس و احترام کو ملحوظ رکھیں جن میں مذہبی مضامین حمد یا نعت و منقبت شائع ہوتے ہیں۔ مقدس ومتبرک مقامات یا ذوات کا ادب واحترام کرنا دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

Printed by Owner Publisher Printer Editor Sayed Ashraf Husain Qadri at Inter Grafics printing Press 64 Neshvilla Road D Dun
.E-mail:sayed.ashraf@ redifmail.com and Published by him from 35/221 Lakhi Bagh D Dun Mob 7055478786 / 9870876799